عورت کی حیثیت: معاصر مغربی رویے اور اسلامی تعلیمات

(Status of Women: Contemporary Western Behaviors and Islamic Teachings)

* ڈاکٹر کوثر یاسمین

** ڈاکٹر محمد نواز

*** محمد عثمان خالد

Abstract

Nature has created both genders in quite balance and distributes their roles in equal proportion. But these days some unnatural demands by so called feminists have been raised in the favors of empowering women against men which has been giving rise to social disturbance, prejudice, anarchy and commotion in society. The purpose of this research is to bring into light the result of this confrontation. The analysis of collected data revealed that by reproaching the contribution of men and by looking for interchangeable roles, women cannot achieve that peace and pleasure which nature endows upon women rather such unnatural demands just giving rise to domestic stress, prejudice and discomfort and nothing else. Regarding the rights of women, Islam has always emphasized upon the rights of women and its practical applications and the chanted slogans are entirely undue

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

** ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

*** پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات، یونی ورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

and empty. The researcher has conducted the research in qualitative parading and its scope is fully pragmatic in nature.

Key Words: Woman, Western behavior, Islam teachings

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے عموماً یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ کارنامہ سب سے پہلے مغربی دینا میں انجام دیا گیا۔ اس حوالے سے مغرب کو حقوقِ نسواں کا علمبردار قرار دیا جاتا ہے، اور اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے عورتوں کے حقوق سلب کیے، ان کو گھر میں بند کر دیا، ان کو بھیڑ بکریوں کی سی حیثیت دی، مردوں کو اس پر حاکم بنا دیا، اسے جاییداد میں بہت کم حصہ دیا گیا، ایک مرد کو زیادہ عورتوں سے شادی کی اجازت دی گئی، وغیرہ۔ اس مضمون میں اس الزام کے تناظر میں یہ جائزہ لینا مطلوب ہے کہ اسلام نے واقعی عورتوں کو دبایا اور ان کے حقوق سلب کیے ہیں؟ نیز کیا عورتوں کے حقوق کے حوالے سے مغرب ہی کو اولیت حاصل ہے؟ اس ضمن میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے مغرب میں عورت کی حیثیت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس ضمن میں اسلام کے احکام و فرامین پیش کرکے اسلام میں عورت کی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

مغرب میں عورت کی حیثیت: ایک تاریخی تناظر

تاریخ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں عورت کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ رہی ہے۔ 1890ء کے اعداد و شمار کے مطابق فرانس میں عورتوں کو مردوں کی نسبت آدھی اجرت ملتی تھی، امریکہ میں 1916ء میں عورتوں کو مردوں کی نسبت آدھی تنخواہ ملتی تھی، جرمنی میں بھی اس دوران عورتوں کو مردوں کی تنخواہ کا ایک چوتھائی ملتا تھا۔ 1942ء تک فرانسیسی قانون کے مطابق بیوی پر خاوند کی غیر مشروط تابعداری اور اطاعت قانوناً فرض تھی۔ عورتوں کے حقوق کے حصول کی داستان آسٹریلیا میں 1890ء، نیوزی لینڈ میں 1893ء اور امریکہ میں 1960ء سے شروع ہوئی ہے۔ دنیا کی قدیم ترین جمہوریت برطانیہ میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں قانون سازی کی ابتداء 1882ء میں ہوئی جس کے تحت پہلی مرتبہ وہاں عورت کو کمانے، اپنی کمائی علیحدہ رکھنے اور اس پر تصرف کا اختیار ملا۔ 1975ء میں عورت مساوات اور امن کے موضوع پر میکسیکو میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس میں سیاسی اور معاشرتی میدانوں اور حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر عورت کی صورتحال سے متعلق سب سے پہلا منصوبہ تیار ہوا، جس میں عورت کی ٹریننگ اور فیملی پلاننگ جیسے موضوعات شامل تھے۔ اس طرح اس کانفرنس میں مستقبل میں مساوات کے نظریے کو فروغ دینے کے لیئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ 1960ء کی دھائی میں حقوق نسواں کی تحریک میں ایک نیا موڑ ہے۔ یہیں سے تحریک نسواں نے ایک نیا روپ اختیار کیا۔ اب صرف حقوق کی بات نہیں مکمل آزادی کی بات شروع ہوئی اور کہا گیا کہ آزادی وخود مختاری بذات خود ایک قدر ہے، جس کا حصول ضروری ہے۔ مغربی عورت جو آزادی کی نئی لذت سے آشنا ہوئی تھی اس آزاد جنسی تعلق پر مائل ہوئی، لیکن اس کا نتیجہ حمل تھا، جسے قائم رکھنا اس کے

لیے مصیبت تھا۔ اس لیے بھی کہ اس سے آزادی میں فرق پڑتا تھا اور اس کی شخصیت کا رنگ و روپ اور حسن بھی متاثر ہوتا تھا اور مقابلے کی اس منڈی میں بہتر اور خوبصورت مال کی زیادہ مانگ ہوتی ہے۔ اس لیے مرد ایک عورت سے دوسری عورت اور عورت ایک مرد کی آغوش سے دوسرے مرد کی آغوش میں جانے کے لیے مسلسل تگ و دو میں رہتی۔ اس وجہ سے اسقاط حمل ایک اہم مسئلہ بن گیا۔ تحریک آزادی نسواں نے اسے حقوق کی جنگ میں اہم نقطہ قرار دیا۔1960ء کی دھائی اس اعتبار سے بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں جدید میڈیکل سائنس نے مانع حمل گولیاں تیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی جس نے آزاد جنسی تعلق کی ایک بڑی مشکل کو دور کر دیا جو کہ مغربی نوجوان کے لیے ایک نعمت تھی۔ عورت نے بچوں کی پیدائش اور پرورش کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی کا اعلان کر دیا۔ شادی اور مستقل وابستگی کا تصور مجروح ہوا۔ خاندان کا ادارہ انتشار کا شکار ہوا محض ساتھی کی حیثیت سے جوڑے رہنے لگے، طلاقیں اور علیحدگی کے رجحانات بڑھے، تنہا ماؤں کا ایک بڑا گروہ وجود میں آیا، ناجائز بچوں کی پیدائش میں اضافہ ہوا۔ ماں باپ کی علیحدگی سے بچوں کی نگہداشت کے مسائل پیدا ہوئے اور آہستہ آہستہ ریاست کی ذمہ داریاں بڑھتی گئیں۔ ماہرین عمرانیات اسے معاشرتی تغیر کا خوبصورت عنوان دیتے رہے۔ اس طرح مغربی معاشرہ ایک منفرد معاشرہ قرار پایا اور اس کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ جدید سوشیالوجی کا اہم موضوع ٹھہرا۔ طوائفیں جنہیں اب sex worker کہا جاتا ہے اور اجرت پر جنسی عمل جس میں طوائفیں، دلال اور گاہک شامل ہیں، جسے اب sex industry کا عنوان دیا گیا ہے، یہ مغربی معاشرے کا اہم پہلو ہے۔ اس آزادی کا کڑوا کسیلا اور زہریلا پھل ہم جنس پرستی ہے۔ جنس کو تفریح کا مشغلہ سمجھنے کے باعث مغرب کے مرد اور عورتوں نے ہم جنس پرستی کو زیادہ لذت کے حصول کا ذریعہ سمجھا اور اسکے لیے Gay اور Lasbian جیسی اصطلاحیں اختراع کی گئیں۔ ہم جنس پرستوں نے اپنے حقوق کی جنگ لڑی ہے اور اب مغرب میں ایک تسلیم شدہ اقلیت کے طور پر زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ابھی امریکہ کے اینگلیکن کلیسا نے ایک ہم جنس پرست پادری کو بشپ مقرر کیا ہے۔[1]

آزادئ نسواں اور اس کے اثرات

نسائیت پسندی نے خاندان کے ادارے کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عورت محدود ہو گئی ہے۔ وہ صرف ماں اور گھریلو خاتون ہے اس لیے اس ادارے میں تبدیلیاں آنی چاہیئں۔ پس اس کی تبدیلیوں کے سلسلے میں کئی تجاویز پیش کی گئیں کہ یہ ادارہ ختم کر دینا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر عورت کے لیے ماں اور امور خانہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ خاندان کے ادارے کو جوں کا توں رہنے دیا جائے تاہم عورت کا گھریلو بوجھ ہلکا کر دینا چاہیے۔ بچوں کی نگہداشت بھی خاندان کے فرائض میں سے ہے۔ اب بچوں کی اجتماعی پرورش کا متبادل اصول متعارف کروایا گیا ہے جسے روپتی مشترک خاندان اور Kibbutz کی طرح کی جمعیتیں ادا کریں۔ ہنگری کے مار

---

[1] ڈاکٹر خالد علوی، عورت کی معاشرتی حیثیت: ایک تاریخی جائزہ، 62۔

کسی مصنف وجدہ اور ہیلر (vajda and Heller) یہ تجویز کرتے ہیں کہ ایک اجتماعی خاندان یا کمیون (Commune or collective family) یہ فرائض ادا کریں گے اور تمام بالغ افراد بچوں کی پرورش کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ بالغوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت یک زوجی سے لے کر جنسی آوارگی تک محدود ہوگی کیونکہ کمیون میں جنسی تعلقات اخلاقی قدروں کے ماتحت نہیں ہیں۔اجتماعی خاندان کمیون سے مختلف ہے کیونکہ وہ صرف گھریلو معاملات اور بچوں کی نگہداشت سے متعلق ہے اور یہ پیداواری اکائی نہیں ہوتی۔[2] ایلون ٹوفر (Alvin Toffer) نے پیشہ ور والدین کا تصور پیش کیا ہے۔ یہ لوگ بچے کی پرورش کو تنخواہ دار ملازمت کی حیثیت سے اختیار کریں گے۔ اس طرح بہت سے حیاتیاتی والدین کو خاندانی کردار سے چھٹکارا ملے گا۔ نیز بہت سے مصنفین نے خاندان کے متبادل اداروں کا تصور پیش کیا ہے جن میں مرد و عورت رضاکارانہ طور پر خدمات سرانجام دیں گے۔ مستقبل میں عورت کے کردار کے سلسلے میں دو نظریات بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ i) صنفی مساوات: صنفی امتیازات کا خاتمہ، مرد و عورت کی یکسانیت کا نفاذ عورت کا ان ذمہ داریوں سے آزاد ہونا جو عورت ہونے کی وجہ سے اس پر مسلط ہیں۔ ii) آزادی اختیار: خاندان کے بارے میں رویوں کا اختیار جسے رواداری کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

تاہم بیسویں صدی کے اوائل تک جب تقریباً تمام یورپ اور امریکہ کی عورتیں بنیادی انسانی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو حقوق نسواں کی اس تحریک نے بھی اپنے مقاصد اور منزل کا نئے سرے سے تعین کیا۔ اہداف کی یہ تبدیلی اتنی واضح اور بھرپور تھی کہ نظریاتی اور ایجنڈا کے اعتبار سے اس کو حقوق نسواں کی تحریک کے مختلف ادوار ایک Turn out سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مشہور Feminist مصنفہ میری وولسٹن کرافٹ کے الفاظ میں عورتوں کا یہ سفر ان کے جائز حقوق سے شروع ہو کر انکے لیے ناجائز مراعات پر ختم ہوگا۔ اس پس منظر میں میری کے یہ الفاظ ایک حقیقت کا اعتراف بھی ہیں اور ایک سچ ہونے والی پیش گوئی بھی۔[3] 1940ء کے بعد حقوق انسانی کے منشور (Human Manifesto II) " کی منظوری نے اس تحریک کے درپردہ اصل عزائم کو بے نقاب کر دیا۔ یعنی وہ تمام امور جو پہلے معاشرتی اور مذہبی دائرہ عمل کے اندر رہ کر طے کیے جاتے تھے اب فرد کی صوابدید اور انتخاب پر چھوڑ دیے گئے۔ اس ضمن میں انسانی زندگی کے جو پہلو خاص طور پر متاثر ہوئے اس میں مرد و عورت کا باہمی تعلق، عورت کی نفسیاتی اور جسمانی ضروریات اور ذمہ داریاں، جنسی آزادی، شادی بیاہ اور اسکے نتیجے میں جنم لینے والی اولاد کی دیکھ بھال اور پرورش وغیرہ کے تمام امور شامل تھے۔ اس سلسلے میں مذہب اور معاشرے کی قائم کردہ حدود و قیود کو انسانی نشوونما اور قدرتی صلاحیتوں کے راستے میں رکاوٹ قرار دیتے ہوئے فرد کو ان پابندیوں سے مکمل طور پر آزاد کر دیا۔

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

---

[2] خالد علوی، ڈاکٹر، عورت کی معاشرتی حیثیت ایک تاریخی جائزہ، 69۔

[3] اسماد آفتاب، عالمی تحریک نسواں، بتول، لاہور، 64۔

اسلام مرد و عورت میں تقسیم کار کے اختلاف اور مساویانہ حقوق کا داعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کی شناخت کا جو جھرنا غار حرا سے پھوٹا اس نے عورت کے وجود میں ایک نئی روح پھونک دی۔ عورت کو ماں کے بلند مقام پر فائز کر کے جنت اس کے قدموں تلے رکھ دی، بیٹی کو رحمت بنایا، لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کرنے پر ماں باپ کو جنت میں داخلے کی ضمانت دی۔ عورت کوئی ایسا وجود نہیں جو پورے نظام تمدن و معاشرہ سے الگ ہو اور اس کو ایک الگ مسئلہ قرار دے کر بحثیں کی جائیں، سیمینار اور ورکشاپس کیے جائیں۔ وہ زندگی کے ہر مسئلہ سے تعلق رکھتی ہے اور اسی وجہ سے بے شمار مسائل اور بحثیں اس کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ عورت جو نصف انسانیت ہے، اسلام نے اسے سر بلند کیا، اس کے حقوق نہ صرف متعین کیے بلکہ دلوائے، اسے وراثت میں حصہ دار ٹھہرایا، رائے کی آزادی دی، اسے عزت و ناموس اور تقدیس کے مقام پر فائز کیا۔ انسانیت کے خالق نے مرد و عورت کے دائرہ عمل کو مختلف بنایا ہے۔ ایک سے نوعِ انسانی کی حفاظت اور تسلسل کا کام لیا جاتا ہے تو دوسرے سے ارتقاء اور تمدن کا۔ یہ دونوں مل کر انسانیت کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ دونوں نوعِ انسانی کی تہذیب کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اسلام انسانیت کے وقار کا پورا پورا تحفظ چاہتا ہے عورت کا احترام سنتِ رسول ﷺ ہے۔ تاریخ کے اوراق ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو سر بلندی دی۔ لہٰذا عورت کو اپنی تلاش کا سفر مکمل کر لینا چاہیے۔

اگر قدیم معاشروں کے پس منظر کو دیکھا جائے تو اسلام کا وہ کردار واضح ہو کر سامنے آتا ہے جو اس نے عورت کے مقام کو بلند کرنے اور معاشرے میں اسے محترم مقام دینے کے لیے ادا کیا۔ دنیا کے مختلف معاشروں میں بنیادی خرابی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ انھوں نے تخلیقی طور پر مرد و عورت میں امتیاز روا رکھا اور عورت کو ذلیل ترین سمجھا گیا۔ اسلام نے اس تخلیق امتیاز کو مٹایا اور انسان کو یہ بتایا کہ مرد و عورت کی تخلیق کی بنیاد ایک ہی ہے اس لیے پیدائشی اور بنیادی اعتبار سے کسی کو فضیلت حاصل نہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان دار سے پیدا کیا اور اس جان دار سے اس کا ایک جوڑا پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو، بالیقین اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہیں۔[4] اس آیت مبارکہ میں وحدت ربانی، وحدت نسل انسانی اور وحدت حقوق و فرائض کو بیک وقت بیان کیا گیا ہے جن کا معاشرتی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ صحیح بخاری اور سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول حیثیت نسواں پر حضور اکرم ﷺ کے مثالی رویے کو واضح کرتا ہے: **عن عبدا للہ بن عمر کنا نتقی ا لکلا م وا لا نبسا ط الی نساء نا علی عهد النبی ﷺ مخا فة ان ینز ل فینا ا لقر آن فلما ما ت ا لنبی ﷺ تکلمنا۔**[5] "عبداللہ

---

[4] النساء 1:3۔

[5] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، طبع عیسیٰ البابی الحلبی مصر 1953، مطبع دار السلام، ریاض، باب ذکر وفات النبی ﷺ و دفنہ، ج:ا، رقم 523۔

بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں اپنی عورتوں سے بھلی بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے اس اندیشہ کے پیشِ نظر کہ کہیں اللہ کی طرف سے حکم نہ نازل ہو جائے جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو ہم جی کھول کر باتیں کرنے لگے۔" عورت کے مسئلہ میں قرآنی انداز بیان کے دو پہلو ہیں۔(۱) قرآن عورت کے وقار اور عزتِ کو مرد کے مساوی قرار دیتا ہے۔(۲) قرآن عورت کے حقوق وفرائض کا تعین کرتا ہے۔ پہلی شق میں تین باتیں قابلِ ذکر ہیں۔(i) قرآن میں جہاں کہیں فضیلتِ انسانی کا ذکر ہے اسمیں مرد و عورت دونوں شریک ہیں۔(ii) قرآن پاک میں جہاں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا دارومدار ایمان و عمل پر ہے وہاں عورت اور مرد دونوں کو شامل کیا گیا ہے۔(iii) قرآن پاک یہ بات اصول کے طور پر بیان کرتا ہے کہ کسی معاشرے کے استحکام اور فساد کا دارومدار مرد و عورت دونوں پر ہے۔ یہ دونوں ہی ملکر معاشرے کو صالح بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں اور دونوں ہی تمدنی بربادی اور معاشرتی ہلاکت کا باعث بن سکتے ہیں۔[6]

حقوق وفرائض میں مساوات مردوزن

اسلام کے نقطۂ نظر سے حقوق و فرائض کے اعتبار سے مرو اور عورت دونوں میں مساوات ہے، یعنی دونوں کے لیے فضائل اخلاق اور رذائل اخلاق کی راہیں ایک جیسی ہیں۔ دونوں کے نیکی کرنے اور بدی کرنے کا بدلہ یکساں ہے۔ دونوں میں جو نیکی کرنے میں جتنا بڑھ جائے اتنا ہی مرتبہ پا سکتا ہے۔ دونوں کے لیے حلال وحرام کی حدود مقرر ہیں۔ علمی لحاظ سے دونوں پر علم دین حاصل کرنا فرض اور بعض دوسرے علوم حاصل کرنا مسنون مندوب ہے۔ دونوں پر دعوتِ حق پھیلانے کی ذمہ داری برابر ہے۔ دونوں کو رائے دہی اور تنقید و محاسبہ کا حق بھی ایک جیسا ہے۔[7] جزاو سزا میں بھی مردوزن مساوات ہے۔ دونوں کے لیے نیکی کا صلہ یکساں ہے۔[8] جرم کریں تو دونوں کو عذاب اور سزادی جائے گی۔ کسی ایک کا اس معاملے میں کوئی امتیاز نہیں۔[9] علامہ غلام رسول سعیدی کے الفاظ میں انسان ہونے میں مرد و عورت دونوں مساوی ہیں تہذیب و تمدن کی تعمیر و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر ہیں، دل، دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری تقاضے دونوں رکھتے ہیں۔ سوسائٹی اور معاشرہ کی فلاح و بہبود دونوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں پر موقوف ہے اس اعتبار سے مساوات کا دعٰوی بالکل صحیح ہے اور ہر صالح معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیتوں کے مطابق اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کریں۔ دونوں معیشت کی تمام ذمہ داریوں کو یکساں قبول کریں۔ یہ رائے اسوقت تک صحیح نہیں ہو گی جب

---

[6] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: الفیصل ناشران، تاجران و کتب غزنی اسٹریٹ، 2009ء)، 511، 512۔

[7] نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1983ء)، 121۔

[8] المومن 40: 40۔

[9] المائدہ، 5: 83۔

تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ دونوں کے نظامِ جسمانی بھی ایک جیسے ہیں دونوں پر فطرت نے ایک جیسی خدمات کا بار ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں، عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک کرنا مساوات کے خلاف ہے۔[10]

اسلام نے ایک نیا طرز معاشرت متعارف کروایا ہے، وحی الٰہی اور پیغمبرانہ تعلیمات کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوے ایک نئی معاشرت تخلیق کی۔ اس نئی معاشرت میں عورت کی حیثیت، مقام و مرتبے، سرگرمیوں کے دائرہ کار اور اس کے تعلقات کی نوعیتوں کا بھی تعین کیا گیا ہے۔ اسلام نے مرد و عورت کو مد مقابل نہیں بنایا بلکہ ساتھی بنایا ہے۔ ان کے درمیان محبت اور پیار کا گہرا تعلق پیدا کیا۔ قرآن کے مطابق یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے انسانوں کے لیے انھی کی جنس کے جوڑے بنائے تاکہ ان سے سکون حاصل کریں اور ان کے مابین درمیان محبت اور مودّت پیدا کردی۔[11]

گھر کے دائرے میں رہنے والی عورت ذہنی و قلبی طور پر مرد کی شریک ہوتی ہے عورت کا تعلق مرد سے گہرا ہوتا ہے وہ اسکی ساتھی مشیر اور غم خوار ہوتی ہے وہ ہر لمحہ مرد کے تمام کاموں کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ عورت اگر گھر کے کاموں کی خود نگران ہوتی ہے، تو باہر کے کاموں میں مرد کے واسطہ سے نگرانی کرتی ہے۔

قرآن و احادیث میں اس کی تمام حیثیتوں مثلاً عورت ماں ہے، بیٹی ہے، بہن ہے، بیوی ہے سے بحث کی ہے اور اسی اعتبار سے اس کے حقوق و فرائض متعین کیے ہیں اور عورت کو وہ مقام عطا کیا ہے، جو اسے کسی بھی قدیم و جدید تہذیب نے نہیں دیا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بعد دوسرا درجہ والدین کی اطاعت کا ہے، اور والدین میں سے والدہ کو ترجیح حاصل ہے اور نبی کریم ﷺ نے اہلِ ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی سطح پر بیٹی اور بہن کو مقام عطا کیا بلکہ اسے وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہراتے ہوئے ان کی پرورش اور تربیت پر جنت کی اور نبی کریم ﷺ کی مصاحبت کی بشارت سنائی۔ اور بیوی کے روپ میں عورت کو مرد کا لباس[12] قرار دے کر حقوق میں مساوات عطا کی گئی۔

حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عورت کے مقام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **عن انس قال: قال رسول اللہ ﷺ حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ۔**[13] دنیا میں مجھے عورتیں اور خوشبو عزیز ہیں اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دنیا میں عورت کے تمام روپ اور کردار کو اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا اب جس دور میں عورت ہو، جس مقام پر ہو اور اپنی حیثیت کا اندا

---

[10] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، 3: 854،855۔

[11] الروم 30: 21۔

[12] البقرۃ، 2:187۔

[13] ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، 7، رقم: 62۔

زہ کرنا چاہے تو وہ ان کرداروں کو دیکھ کر اپنی حیثیت کو پہچان سکتی ہے، عورتوں میں سے بہترین عورتیں چار ہیں: حضرت مریمؑ بنتِ عمران (ماں کے روپ میں)، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ (بیوی کے روپ میں)، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء (بیٹی کے روپ میں) اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون (عظیم کردار کی حامل خاتون کے روپ میں۔[14] حضور ﷺ نے جو اہل یمن کے لیے مجموعہ قوانین تیار کرایا اس میں عورت کی قانونی مساوات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **ان الرجل یقتل بالمراہ**۔ بلا شبہ مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔[15] مومنہ عورت مسلمانوں کے فائدے کے لیے دشمن کو پناہ بھی دے سکتی ہے۔ نیز سورۃ النساء کی مختلف آیات کے ذریعے عورت کے مالی حقوق بھی متعین کر دیے ہیں اور اسے خلع کا حق دے کر شخصی آزادی کا بھی تحفظ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر سطح پر عورت کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا ہے۔[16] اسلام نے عورت کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کا درجہ دیا، مرد و عورت کے درمیان نکاح جیسا مقدس رشتہ قائم کر کے افزائشِ نسل کا بہترین اہتمام کر دیا، مرد و عورت میں مسابقت کی بجائے گاڑی کے دو پہیوں کی مانند قرار دیے گئے جو کہ حقوق اجر و ثواب اور عذاب و پاداش میں بالکل مساوی و یکساں اور فرائض میں جداگانہ کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالی نے عورت کے تحفظ اور وقار کیلیے یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ مخلوط معاشرے کی ترویج کی بجائے مرد و عورت اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرنے کو ترجیح دیں۔ اس کے بعد جب بھی ضروری ہو وہ ایک باوقار لباس میں گھر سے باہر کے امور سرانجام دے سکتی ہے۔

عصر حاضر میں مساوات مرد و زن

آج مغربی عورت آزادی کے نام پر جس بدترین انسانی استحصال کا شکار ہے مساوات کے نام پر جن بھاری بوجھ تلے دب چکی ہے اور ترقی کی آڑ میں جس طوفان میں گھر چکی ہے وہ ہمارے مغرب پرست طبقہ کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ مغرب کی نقالی میں عورت مصنوعی مرد بننے کے شوق میں گھر کے تمام فرائض چھوڑ کر باہر سڑکوں، گلیوں، ہوٹلوں، ریستورانوں، پارکوں مختلف اداروں اور دفتروں میں نکل آئی، مگر مردانہ خصوصیات اور زنانہ خصوصیات بالکل الگ الگ ہیں، اس لیے وہ مرد تو نہ بن سکی مگر اپنے خانگی فرائض سے کوتاہی اور طبعی وظائف فراموش کر دینے کی وجہ سے عورت بھی نہ رہی۔[17] کئی عشرے قبل امریکہ کے ایک مفکر رابرٹ ماسکن نے لکھا کہ ہماری نئی نسل تمام اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو چکی ہے، یہ آزادی سے شراب پیتی ہے، جوا کھیلتی ہے اور باہم روابط قائم کرتی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ پورا ملک شدید اخلاقی بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ آپکو جا بجا منشیات کے عادی نوجوان، کنواری مائیں اور حرامی بچے غول کے

---

[14] حسینہ عارف کاظمی، اسلام میں عورت کا مقام و کردار (لاہور: تحریک منہاج القرآن) 2017ء۔

[15] البیہقی، السنن الکبریٰ، 8: 358۔

[16] النساء، 4:43۔

[17] ثریا بتول علوی، اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ (لاہور: حرا پبلیکیشنز 1992ء)، 92۔

غول نظر آئیں گے، امریکہ کی بے شمار لڑکیاں حاملہ ہونے کی وجہ سے تعلیم چھوڑ جاتی ہیں سکولوں میں لڑکیوں کی تعداد ۸۵ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ خواتین کی اس بے راہ روی کی وجہ سے امریکہ میں طلاقوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔[18]

موجودہ مغربی معاشروں میں عورت ترقی و مساوات کے نعروں سے بہک کر توہین و تذلیل کے ایسے مقام تک آگئی ہے جہاں سے اس کا پلٹنا بھی ناممکن ہے، مگر اس کے باوجود اس تہذیب کے برے اثرات ہمارے معاشرے میں خطرناک حد تک سرائیت کر گئے۔ مغرب زدہ دانشور اس معاملے میں مغرب کی نقالی کو ہی عورت کی ترقی سمجھتے ہیں ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی معاشروں میں مغرب کے اثرات بد کی ترویج واشاعت کی ایک بڑی اور اہم وجہ اسلام دشمنی بھی ہے۔ عورت کا کردار معاشرے میں کس قدر اہم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فرانسیسی استعمار نے "الجزائر" کے معاشرے کو تباہ کرنے کے لیے لادینیت کو پھیلایا، مگر مقاصد کا حصول ممکن نہ ہوسکا۔ چنانچہ انھوں نے "روجیہ موینیہ" ماہر معاشرت سے تعاون حاصل کیا۔ روجیہ موینیہ نے اس مقصد کے لیے الجزائر کا قریہ قریہ گھومنے کے بعد فرانس کو یہ رپورٹ پیش کی کہ اگر تم الجزائر کو ختم کرنا چاہتے ہو تو عورت ہی ایک راستہ ہے، عورت اسلامی اقدار کی محافظ ہے اگر تم اسکو اسلام سے دور کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سمجھ لو تم نے اپنے مقاصد حاصل کر لیے۔[19] بعد میں روجیہ موینیہ کی اس رپورٹ کو مغرب نے بھی اپنی سٹریٹیجی پالیسی اور حکمت عملی میں شامل کرلیا اور عورت کو ہتھیار بنا کر اسلامی اقدار کی تباہی کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردیے۔[20] مغربی تمدن کے پیشِ نظر جو مقصد ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں صنفوں کو زندگی ایک ہی میدان میں کھینچ لایا جائے اور ان کے درمیان تمام حجابات اٹھادیے جائیں جو آزادانہ اختلاف اور معاملات میں مانع ہوں اور ان کو ایک دوسرے کے حسن اور صنفی کمالات سے لطف اندوز ہونے کے لیے غیر محدود مواقع دیے جائیں۔[21]

یوم خواتین

اب صورتحال یہ ہے کہ دنیا بھر میں 8 مارچ یوم خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ پر خواتین کے مختلف مسائل اجاگر کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی خواتین کے حقوق، ان کے مسائل اور ان پر کیے جانے والے مظالم پر آواز بلند کی جاتی ہے جو کہ بہت خوش آئند ہے۔ اگر یہ معاملہ محض انھی بیان کردہ چیزوں پر محدود رہے تو بہت عمدہ ہے، لیکن دوسری طرف یہ اپنے اندر بہت سی خرابیوں کو سموئے ہوئے ہے۔ اس کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے بڑے شہروں میں پچھلے دوسالوں سے "عورت آزادی مارچ" کے نام پر عورتوں نے جو بیہودہ بینرز اٹھائے ہوتے ہیں، اس

---

[18] عاصم نعیم، مسلمان عورت اور عہد حاضر کے تقاضے، ماہنامہ دعوۃ جنوری 2006ء، 60 ۔

[19] دیوبندی، یاسر ندیم، محمد گلوبلائزیشن اور اسلام، 253۔

[20] بدایوانی، محمد اسماعیل، عورت تقدیس ملت، 88۔

[21] ابوالاعلی مودودی سید، پردہ (لاہور: ادارہ ترجمان القران، 1990ء)، 54۔

میں کسی ایک میں بھی خواتین کی حقوق کی بابت کچھ درج نہیں ہوتا، مقبوضہ کشمیر میں بری طرح عورتوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں لیکن کسی پلے کارڈ میں اس کا نام تک نہیں لیا جاتا۔اس مہم جوئی میں سب سے اہم وہ پلے کارڈ یا بینر زہیں جن کا تذکرہ کیے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔خواتین کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز پر لکھے نعروں میں کچھ یوں ہوتا ہے ۱۔ نظر تیری گندی پردہ میں کروں۔ ۲۔ عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین نہیں۔ ۳۔ کھانا گرم کر دونگی بستر خود گرم کر لو۔ ۴۔ میں لولی پاپ نہیں عورت ہوں۔ ۵۔ میں آوارہ میں بد چلن۔ ۶۔ Dick Pics اپنے پاس رکھو۔ ۷۔ میرا جسم میری مرضی۔ وغیرہ وغیرہ ایک سوچھے سمجھے منصوبے کے تحت ان بینرز کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بے شرمی، بے غیرتی اور فحاشی کو فروغ دینے کی مہم جوئی کی جاتی ہے۔[22]

خلاصۂ بحث

مسلمان عورت ایک نہایت ہی نازک دوراہے پر کھڑی ہے،آخر وہ کونسا راستہ ہے جس پر چل کر وہ عہدِ جدید کے نت نئے تقاضوں سے بھی عہدہ براہوسکے اور اس کی فطری حیثیت بھی برقرار رہے؟ فساد قلب و نظر سے پر معاشرے میں مسلمان عورت کیا کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عورتیں اسلام کے نظام زندگی کو اچھی طرح سمجھ کر ایمان لے آئیں اور اسے اجتماعی طور پر غالب کرنے کے پروگرام میں مردوں کی شریک کار بننا چاہیں تو ان کے کرنے کا کام یہ ہے کہ نئی نسلوں کی تعمیر جدید پر پوری توجہ صرف کرنے کا فیصلہ کریں۔ ہر طرف سے اپنی توجہات سمیٹ کر پوری طرح اس سکیم پر مرتکز کر دیں تاکہ ان کی دی ہوئی تربیت سے خدا پر ایمان رکھنے والی، قرآن کو سمجھنے والی، دنیا کی بجائے آخرت پر نگاہیں جمانے والی، نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے نمونے کا اخلاق رکھنے والی اور زندگی کے ہر میدان میں خدا کی رضا کو مقصود بنا کر اپنا لوہا منوانے والی نسل اسلامی معاشرے کی زینت بن سکے۔ بقولِ اقبال:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری[23]

---

[22] پروفیسر مسعود اختر ہزاروی، عورتوں کا آزادی مارچ، روزنامہ جنگ لندن، 22 فروری 2020ء۔

[23] علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز)، 1982ء، ارمغانِ حجاز، باب 12 دخترانِ ملت، 1922ء۔